نہرو کمیٹی کی تتمہ رپورٹ پر مختصر تبصرہ

از

سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد

خلیفۃ المسیح الثانی

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ ۔ ھُوَ النَّاصِرُ

نہرو کمیٹی کی تتمہ رپورٹ پر مختصر تبصرہ

نہرو کمیٹی نے میرے تبصرے کی اشاعت کے بعد اپنی رپورٹ کا ایک تتمہ لکھا ہے اور اس میں اپنی پہلی پیش کردہ تجاویز میں بعض اصلاحیں کی ہیں۔ میرے نزدیک گو اس اصلاح کے باوجود میرا تبصرہ بہت ہی کم تغیر کا محتاج ہے لیکن چونکہ ممکن ہے بعض لوگوں کے دل میں یہ خیال گذرے کہ شاید میری تنقید کے بعض حصے تتمہ رپورٹ کے شائع ہونے کے بعد غیر ضروری ہو گئے ہیں اس لئے میں اختصار کے ساتھ اس اصلاح کے ان حصوں کے متعلق جو مسلمانوں سے تعلق رکھتے ہیں اپنے خیالات کا اظہار کرتا ہوں۔

تعلیم کے متعلق اصلاح

سپلیمنٹری رپورٹ کے عنوان اصولی حقوق (FUNDAMENTAL RIGHTS) کے مادہ نمبر۴ کے حصہ نمبر۵ میں تعلیم کے متعلق ایک اصلاح کی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ:۔

"جہاں جہاں اقلیتوں کی معقول تعداد ہوگی وہاں ان کی زبان اور انہی کی تحریر میں تعلیم دینے کا انتظام کیا جائے گا۔"

یہ اصلاح بے شک ایک مفید اصلاح ہے لیکن اس کے الفاظ نہایت ہی مُبہم ہیں اور بالکل ممکن ہے کہ اس اصلاح کے باوجود مسلمان بہت سے صوبوں میں اپنی زبان میں تعلیم پانے سے محروم رہ جائیں۔ اگر یورپ کی بعد از جنگ پیدا ہونے والی ریاستوں کے قوانین کے مطابق معقول تعداد کی کوئی تشریح کر دی جاتی تو مسلمان اس سے تسلی پا سکتے تھے۔ معقول کا لفظ اتنا مُبہم

ہے کہ بالکل ممکن ہے کہ کسی جگہ کے مسلمان بھی اس سے فائدہ نہ اٹھا سکیں اور صرف پنجاب کے سکھ اور ہندو ہی اس سے نفع حاصل کر سکیں۔

اجارہ زمین کے متعلق قانون

اسی عنوان کے حصہ سترہ (۱۷) میں ایک زیادتی کی گئی ہے اور میرے نزدیک وہ زیادتی بجائے مفید ہونے کے مسلمانوں کے لئے مُضر ہو سکتی ہے، وہ زیادتی یہ ہے:۔

"پارلیمنٹ ایسے بھی قوانین بنائے گی کہ جن کے ذریعہ سے کسان کو اجارہ دائمی حاصل ہو جائے گا اور مناسب شرح لگان مقرر ہو جائے گی۔"

اول تو جہاں تک میں خیال کرتا ہوں ایسے قانون کا بنانا سنٹرل گورنمنٹ کے دائرہ عمل سے باہر ہے کیونکہ جن امور کے متعلق مرکزی حکومت کو قوانین بنانے کا اختیار دیا گیا ہے اور جو نہرو رپورٹ کے شیڈول نمبرا (Schedule.No.1) کے عنوان کے نیچے درج ہیں ان کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مرکزی حکومت کو زمیندار اور کسان کے باہمی حقوق کے متعلق کوئی قانون بنانے کا اختیار حاصل نہیں ہے یہ اختیارات مقامی حکومتوں کے سپرد ہیں۔ قطع نظر اس کے یہ سوال اپنی ذات میں بھی ایسا ہے کہ سارے ہندوستان کے لئے اس کا حل بالکل ناممکن ہے اور جو حکومت اس کے لئے عام قانون بنائے گی وہ ضرور ملک کو سخت نقصان پہنچائے گی۔ پس میرے نزدیک اس سوال کے حل کو صوبہ جات پر ہی چھوڑنا چاہئے ورنہ چونکہ مسلمان اپنی نسبت آبادی کے لحاظ سے زمیندارہ کے ساتھ زیادہ تعلق رکھتے ہیں، وہ اس قانون سے بہت نقصان اٹھا سکتے ہیں۔

حکومت کی زبان

دوسرا تغیر جس کے متعلق میں کچھ لکھنا مناسب سمجھتا ہوں وہ زبان کے عنوان کے نیچے مادہ چار الف کے حصہ اول میں یوں بیان کیا گیا ہے:۔

"حکومت کی زبان ہندوستانی ہوگی خواہ وہ ناگری میں یا اردو میں لکھی جائے۔"

یہ "خواہ" کا لفظ ایسا مشکوک ہے کہ بالکل ممکن ہے سرکاری رپورٹیں ساری کی ساری ناگری میں ہی شائع ہوتی رہیں اور اس طرح اردو کی ترقی کو نقصان پہنچا دیا جائے۔ اور یہ لازمی بات ہے کہ اگر سرکاری طور پر ناگری حروف کو رائج کیا گیا تو آہستہ آہستہ عربی اور فارسی کے حروف زبان سے نکل کر موجودہ اردو کی بجائے ہندی بھاشا ہی کا نام اردو ہو جائے گا۔ خصوصاً

اس وجہ سے کہ ناگری کے حروف عربی اور فارسی کے الفاظ کے پوری طرح متحمل نہیں ہو سکتے۔ پس لازماً آہستہ آہستہ ایسے الفاظ متروک ہوتے چلے جائیں گے اور صرف بھاشا ہی کے الفاظ رہ جائیں گے جن کی کہ ناگری زبان پوری طرح متحمل ہو سکتی ہے۔ میرے نزدیک یہ زیادتی مسلمانوں کے لئے ہرگز نفع رساں نہیں بلکہ اس کو مسلمانوں کے خلاف استعمال کیا جا سکتا ہے۔

صوبہ جاتی حکومتوں پر مرکزی حکومت کا قبضہ

تیسرا پارلیمنٹ کے عنوان کے نیچے مادہ نمبر۱۳۔ الف میں ایک اور جزو بڑھایا گیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:-

"اشدّ ضرورتوں کے وقت اور ایسے معاملات میں جو کہ دو صوبوں کے درمیان ہوں ہر قسم کی طاقتیں حاصل ہونگی حتیٰ کہ یہ اختیار بھی حاصل ہوگا کہ وہ کسی صوبے کی گورنمنٹ کے قانونی یا انتظامی فیصلوں کو موقوف کر دے یا معرضِ التواء میں ڈال دے۔"

(ب) "عدالت اعلیٰ کو ایسے معاملات میں جن کا فیصلہ پارلیمنٹ یا مرکزی حکومت نے اوپر کے قانون کے دیئے ہوئے اختیارات کے ماتحت کیا ہو دخل دینے کا کوئی حق نہیں ہوگا۔"

یہ قاعدہ بھی نہایت ہی خطرناک ہے۔ اس قاعدہ کے ابتدائی الفاظ کہ "اشدّ ضرورت کے وقت حکومت اختیاری کو صوبہ جات کی حکومتوں کے قانون کو بدلنے کا حق حاصل ہوگا"۔ یہ صوبہ جات کی حکومت کو بالکل فضول اور لغو کر دیتے ہیں۔ بقیہ حصہ قانون کا بے شک اگر قانونی زبان میں اور ایسے الفاظ میں رکھا جائے کہ اس کے الفاظ کی کئی تاویلات نہ ہو سکیں تو بے شک مفید ہو سکتا ہے۔ لیکن پہلا حصہ نہایت ہی خطرناک ہے اور اس کی موجودگی میں مرکزی حکومت جس میں ہندوؤں کی کثرت ہوگی ہر وقت مسلمانوں کی کثرت والے صوبوں میں دخل اندازی کر کے نقصان پہنچا سکتی ہے۔ پس میرے نزدیک "اشدّ ضرورت کے وقت" کے الفاظ اُڑا دینے چاہئیں اور باقی حصے کے الفاظ یوں کر دینے چاہئیں کہ کسی صوبے کی حکومت کو کوئی ایسا قانون بنانے کا اختیار نہیں ہوگا جو دوسرے حصے کی حکومت یا اس کے افراد پر براہِ راست اثر انداز ہو۔ اگر کسی صوبے کی حکومت کوئی ایسا قانون بنائے گی تو

مرکزی حکومت کو ایسے قانون کو منسوخ کرنے یا معرض التواء میں ڈال دینے کا پورا اختیار ہو گا۔

(ب) اگر اس صوبے کی گورنمنٹ کو جس کے قانون کو منسوخ کیا گیا ہو مرکزی حکومت کے فیصلے کے خلاف غیر منصفانہ ہونے کا احتمال ہو تو اسے حق ہو گا کہ وہ عدالت عالیہ میں اس کے خلاف اپیل کرے۔

صوبوں کے گورنروں کا تقرر

چوتھا تغیر صوبہ جاتی مجالس واضع قوانین کے عنوان کے نیچے مادہ نمبر۲۹ میں کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ:-

"نہرو رپورٹ میں صوبہ جاتی گورنروں کا تقرر شہنشاہِ معظّم کے ہاتھ میں رکھا گیا تھا لیکن اب تتمہ میں یہ اختیار گورنر جنرل اِن کونسل کو دے دیا گیا ہے۔"

یہ تغیر نہایت ہی خطرناک ہے۔ اس کے ذریعہ سے مرکزی حکومت نے صوبہ جاتی حکومتوں پر پورے طور پر تصرف کر لیا ہے۔ گورنروں کا تقرر براہ راست ملک معظم کی طرف سے ہونا چاہئے اور موجودہ پریزیڈنسی گورنروں کی طرح گورنر جنرل کے مشورہ کا بھی اس میں کوئی دخل نہیں ہونا چاہئے۔

نئے صوبوں کی تجویز

پانچواں تغیر مادہ نمبر۲۷ کے جزو۶ میں کیا گیا ہے۔ اس تغیر سے معلوم ہوتا ہے کہ پانچ نئے صوبوں کے بنانے کی سفارش کی گئی ہے جن میں ہندو میجارٹی ہو گی۔ اس تغیر پر اصولاً اعتراض کرنے کا ہم کو حق حاصل نہیں۔ لیکن اس تغیر سے ہم اتنا ضرور سمجھ سکتے ہیں کہ اس کمیٹی کے ممبروں کے دماغ پر ہر وقت یہ بات غالب رہتی ہے کہ انفرادی لحاظ سے بھی اور صوبہ جاتی لحاظ سے بھی ہندو عنصر مسلمان عنصر پر غالب رہنا چاہئے۔

قانون کا بدلنا

چھٹا تغیر مادہ نمبر۸۷ میں کیا گیا ہے جو یہ ہے۔

"قانونِ اَساسی کے بدلنے کیلئے حاضر الوقت ممبروں کے ۵/۴ ممبروں کا اتفاق ضروری ہو گا۔ اصل رپورٹ میں ۳/۲ کے اتفاق کی شرط لگائی گئی تھی۔"

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس تغیر کی وجہ سے یہ قانون پہلے سے بہت اچھا ہو گیا ہے۔ لیکن پھر بھی اقلیتوں کے حقوق کی اس سے پوری طرح نگہداشت نہیں ہوتی۔ قانونِ اَساسی کے

بدلنے کے لئے یہ ضروری ہونا چاہئے کہ کُل منتخب شدہ ممبروں کی تعداد سے ۴/۵ حصہ کے اتفاق سے اس میں تغیر کیا جائے نہ کہ حاضر الوقت ممبروں میں سے ۴/۵ کے اتفاق سے کیونکہ بالکل ممکن ہے کہ کسی وقت کسی اختلاف کی وجہ سے ایک حصہ ممبروں کا اسی طرح عدم تعاون میں مشغول ہو جس طرح آج کانگریسی لوگ مشغول ہیں۔ اور اس سے فائدہ اٹھا کر کثیر التعداد جماعت اپنے مطلب کے مطابق قانون اساسی میں تغیر کرے۔ حاضر الوقت ممبروں میں سے ۴/۵ کے اتفاق کے ساتھ قانون اساسی کا بدل جانا اس قانون کو نہایت ہی بودی بنیادوں پر قائم کر دیتا ہے۔

فرقہ وارانہ انتخاب

ساتواں تغیر فرقہ وارانہ انتخاب کے عنوان کے نیچے مادہ ۳ کے حصہ الف کے نیچے کیا گیا ہے اور اس میں یہ الفاظ بڑھائے گئے ہیں:-

"پنجاب اور بنگال میں کسی قوم کی نشستیں محفوظ نہیں کی جائیں گی مگر یہ شرط ہو گی کہ فرقہ وارانہ انتخاب کا سوال اگر کسی قوم نے اٹھایا تو دس سال کے تجربے کے بعد پھر دوبارہ زیر بحث آسکے گا۔"

یہ زیادتی بالکل بے معنی زیادتی ہے۔ نیابتی حکومت میں بہر حال کثرت رائے کا فیصلہ جاری ہو گا۔ اس قانون میں اقلیتوں کو بالکل یہ حق نہیں دیا گیا کہ اگر وہ اصرار کریں تو دس سال کے بعد انہیں محفوظ نشستوں کا حق دے دیا جائے گا۔ بلکہ صرف یہ ہے کہ یہ سوال پھر زیر بحث آسکتا ہے۔ زیر بحث آنے کے بعد اگر مرکزی حکومت کی ہندو میجارٹی یہ فیصلہ کرے گی کہ اس قانون میں کسی تبدیلی کی ضرورت نہیں تو نہرو کمیٹی کے ممبر ہمیں سمجھائیں کہ مسلمانوں کے لئے اپنے حقوق کے واپس لینے کا کونسا رستہ کھلا ہو گا۔ پس یہ زیادتی بالکل دھوکا دینے والی ہے اور لفظی فریب سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔

آٹھواں تغیر اصل فرقہ وارانہ عنوان کے نیچے ساتویں مادے میں کیا گیا ہے۔ اس مادے کے الفاظ یہ تھے۔

"جس جس جگہ پر بعض قوموں کے لئے نشستوں کو محفوظ کر دیا گیا ہے ان مقامات پر صرف دس سال کے لئے یہ قانون جاری رہے گا۔"

اس میں اب یہ زیادتی کی گئی ہے کہ:-

"بایں شرط کہ یہ سوال اس عرصے کے گذرنے کے بعد پھر زیر غور آسکتا ہے اگر کوئی قوم اس کا مطالبہ کرے۔"

یہ زیادتی بھی بالکل بے معنی ہے۔ "زیر غور آسکتا ہے" میں کوئی معیّن پالیسی ظاہر نہیں ہوتی۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ جس اقلیّت کو محفوظ نشستوں کا زیادہ تر حق دیا گیا ہے وہ مسلمان ہی ہیں۔ اگر یہ قانون مفید ہے تو یہ صاف بات ہے کہ مسلمان اس کے تغیر کا مطالبہ نہیں کریں گے۔ جب بھی اس تغیر کا مطالبہ کریں گے ہندو ہی کریں گے۔ ان حالات میں دوسرے الفاظ میں زیادتی یوں کی گئی ہے کہ اگر دس سال کے گزرنے کے بعد ہندو لوگ یہ مطالبہ کریں گے کہ مسلمانوں کو یہ حق نہیں ملنا چاہئے تو اس سوال پر دوبارہ غور کیا جائے گا۔ یہ بات تو ظاہر ہے کہ یہ غور مرکزی حکومت میں ہی ہوگا جہاں ہندو اکثریت ہوگی۔ پس وہ فیصلہ جو مرکزی حکومت کرے گی اس کا بھی ابھی سے قیاس کیا جا سکتا ہے۔

اس مختصر تنقید کے بعد میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ جو تغیرات نہرو کمیٹی نے تجویز کئے ہیں ان میں فائدے کی باتیں بہت کم اور نقصان کی باتیں بہت زیادہ ہیں۔ اگر کوئی بات مَیں اس کمیٹی کے حق میں کہہ سکتا ہوں تو صرف یہ کہ یہ کمیٹی ایسے الفاظ کے استعمال کرنے میں بڑی ماہر ہے جو ظاہر میں اور معنی رکھتے ہوں اور باطن میں اور، مگر یہ توصیف قابلِ تعریف توصیف نہیں۔

مسلمانوں اور انگریزوں سے اپیل

آخر میں مَیں پھر مسلمان پبلک اور اپنے ماوراء البحر کے رہنے والے انگریز بھائیوں سے یہ اپیل کروں گا کہ وہ اس رپورٹ کو سمجھے بغیر اس کی تائید نہ کریں۔ انگریزوں کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ان کی قوم بے شک اس وقت ہندوستان کی حاکم ہے لیکن وہ اس کی مالک نہیں ہے وہ آٹھ کروڑ مسلمانوں کو ہمیشہ کے لئے ہندوؤں کا غلام بنا دینے کا کوئی حق نہیں رکھتے۔ وہ قوم جو غلامی کو مٹانے کے لئے اس قدر دعویدار ہے وہ آئندہ نسلوں کی نظر سے ہمیشہ کے لئے گر جائے گی۔ اگر وہ اس آزادی کے زمانے میں آٹھ کروڑ مسلمانوں کو ایک قلم کی جُنبش سے ایک ایسی قوم کا غلام بنانے کا فیصلہ کر دے گی جس نے اپنے غلاموں کے ساتھ دنیا کی تمام اقوام سے بدتر سلوک کیا ہے۔ ہر ایک قوم کے غلام تھوڑے یا زیادہ عرصہ میں آزاد ہو گئے ہیں۔ لیکن ہندوؤں کے غلام ہزاروں سال کے گزرنے کے بعد آج بھی اچھوت اقوام کے نام سے ہندوؤں کے ظالمانہ دستورِ غلامی پر شہادت دے رہے ہیں۔ انگلستان کو یاد رکھنا چاہے کہ جس وقت وہ

ہندوستان کو آزادی دینے پر آمادہ ہو گا اسی وقت سے مسلمان آزاد ہوں گے اور ان کا حق ہو گا کہ وہ یہ مطالبہ کریں کہ یا تو ان کے حقوق کی نگرانی کی جائے یا وہ اپنی آزاد ہستی کے برقرار رکھنے کے لئے مجبور ہوں گے کہ ہر ایک ایسے نئے نظام سے وابستہ ہونے سے انکار کر دیں جو ان کی آزادی کو کچل دینے والا ہو اور اپنے لئے خود کوئی ایسا نظام قائم کریں جس کے ماتحت وہ اپنی آزادی اور حریت قائم رکھ سکیں۔ مسلمان ایک خدا کا ماننے والا ہے وہ کبھی بھی اَچھُوت اقوام کا بہروپ بھرنے کے لئے تیار نہیں ہو گا۔ خواہ اس مصیبت سے بچنے کے لئے اس کو کتنی ہی قربانی کیوں نہ کرنی پڑے۔

(الفضل ۱۱۔ مئی ۱۹۳۰ء)